یکم نومبر ۷۲ء

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹

ایڈیٹر

آل احمد سرور

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

قیمت سالانہ ۱۰ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

ہفتہ وار

ہماری زبان

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ | شمارہ ۳۱

اداریہ

انجمن کی کل ہند کانفرنس

انجمن کی مجلس عاملہ نے طے کیا ہے کہ دہلی میں ہونے والی انجمن کی کل ہند کانفرنس کی تاریخیں ۲۸، ۲۹، ۳۰ دسمبر رکھی جائیں۔ مجلس عاملہ نے یہ بھی طے کیا ہے کہ ہر ریاست کے لئے نمائندوں کا کوٹہ مقرر کر دیا جائے۔ یہ کوٹا حسب ذیل ہے:۔

آسام ۵۔ آندھرا ۲۰۔ اترپردیش ۴۰۔ اڑیسہ ۱۰۔ بہار ۳۰۔ پنجاب ۱۰۔ تامل ناڈو ۵۔ جموں وکشمیر ۱۰۔ دہلی ۱۰۔ راجستھان ۱۵۔ کرناٹک ۱۰۔ کیرلا ۵۔ گجرات ۵۔ مہاراشٹر ۲۰۔ مدھیہ پردیش ۱۵۔ مغربی بنگال ۲۰۔ ہماچل پردیش ۵۔ ہریانہ ۵۔

کلکتے کے پانچ نمائندے اور مجلس عام کے ممبر اس کے علاوہ ہوں گے۔ کل تعداد ۲۸۵۔

اس کے علاوہ کچھ ادیبوں، صحافیوں، ناشروں اور کتب فروشوں کو خصوصی طور پر مدعو کیا جائے گا۔

کانفرنس کی تیاریاں زور وشور سے شروع ہوگئی ہیں۔ مجلس استقبالیہ کے ممبر تیزی سے بنائے جا رہے ہیں۔ اب تک سو سے اوپر ممبر بن چکے ہیں اور توقع ہے کہ اس مہینے کے آخر تک ڈیڑھ سو ممبر ہو جائیں گے۔ ۳ نومبر کو مجلس استقبالیہ کے ممبروں کا دہلی میں جلسہ ہوگا جس میں مجلس کے عہدہ دار منتخب کئے جائیں گے اور کام کو آگے بڑھایا جائے گا۔ مرکزی دفتر سے ریلوے بورڈ کو کرائے میں رعایت کے لئے لکھ دیا گیا ہے جس کی رو سے نمائندے ایک طرف کا کرایہ دے کر دونوں طرف کا سفر کر سکیں گے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نمائندوں نے ہمیں امید دلائی ہے کہ نمائندوں کے قیام و طعام کا انتظام جامعہ نگر میں ہو سکے گا۔ بسوں کا انتظام بھی کیا جائے گا تاکہ نمائندے قیام گاہ سے کانفرنس کے ہال تک آ جا سکیں۔

جو ریاستی شاخیں باقاعدہ کام کر رہی ہیں، اُن کو اپنی مقامی شاخوں کا جائزہ لے کر اپنے طور پر اپنی ریاست کے نمائندوں کا انتخاب کرنا ہے۔ جہاں سالانہ انتخابات ہونے والے ہیں، وہاں موجودہ عہدہ داروں کو انتخابات

کے ساتھ نمائندوں کا بھی انتخاب کرلینا چاہئے جہاں ایڈہاک کمیٹیاں قائم ہیں۔ وہاں ان کمیٹیوں کے کنوینر صاحبان کو کمیٹی کا جلسہ کرکے اور اپنی ریاست کے حالات کا جائزہ لے کر جلد سے جلد نمائندوں کی فہرست تیار کرلی چاہیے۔ مناسب یہ ہوگا کہ ہر ریاست کے نمائندوں کے نام ہمیں ہر حال آخر نومبر تک موصول ہوجائیں تاکہ انتظامات میں سہولت ہو۔ ہر ریاستی شاخ کو چاہئے کہ اپنی ریاست میں اردو کی صورت حال کے متعلق ایک مختصر رپورٹ ۳۰ نومبر تک مرکز کو بھیج دے جس میں ضروری اعداد وشمار بھی ہوں۔ وہ کانفرنس کے لئے کوئی قرارداد بھیجنا چاہے تو وہ بھی بھیج دے۔ قراردادیں صرف اہم اور بنیادی مسائل سے متعلق ہونی چاہئیں۔ کانفرنس کے افتتاحی اجلاس کے بعد کاروباری اجلاس ہوں گے اور آخری عام اجلاس کے بعد ایک عام جلسہ بھی ہوگا تاکہ دہلی کے عوام کو کانفرنس کے فیصلوں سے آگاہ کیا جاسکے۔ ہماری زبان میں کانفرنس کے متعلق خبریں برابر شائع ہوتی رہیں گی۔ اس کے علاوہ مجلس استقبالیہ اور مجلس کمیٹی کی طرف سے بھی برابر اعلانات ہوتے رہیں گے۔

امید ہے کہ اس موقع پر اردو دوست بڑی تعداد میں کانفرنس میں شریک ہوکر اسے کامیاب بنائیں گے۔ ہمارے نزدیک کامیابی کا معیار یہ ہے کہ اس میں سنجیدگی سے اردو کی صورت حال کا جائزہ لیا جائے، ٹھوس اور عملی تجاویز پیش کی جائیں، حکومت اور عوام کے سامنے اردو دوستوں کی بے اطمینانی کی پوری اور سچی تصویر آئے اور اس طرح اردو کی بقا اور ترقی کے لئے مثبت قدم اٹھانے کی راہ کھلے۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ انجمن کا رابطہ عوام سے زیادہ مضبوط ہو اور وہ انجمن کو خود کفیل بنانے کے لئے مناسب قدم اٹھائیں۔ ہمیں امید ہے کہ کانفرنس کی وجہ سے ہمیں اردو گھر کی عمارت کو مکمل کرنے میں بھی مدد ملے گی تاکہ اگلے سال ہم انجمن کی ستر سالہ جوبلی اردو گھر میں منا سکیں۔

اردو طالب علموں کو وظائف

لکھنؤ۔ اترپردیش اردو اکاڈمی نے کچھ عرصہ قبل نویں، گیارھویں، بی۔اے (سال اول)، ایم۔اے (سال اول) اور پی۔ایچ۔ڈی کے ان طالب علموں کو محدود تعداد میں وظائف دینے کا اعلان کیا تھا جو اترپردیش کے کسی اسکول، کالج یا یونیورسٹی میں اردو کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ اکاڈمی کے مقررہ فارم پر درخواستیں موصول ہونے کی آخری تاریخ میں اب ۱۵ نومبر ۱۹۷۳ء تک توسیع کردی گئی ہے۔ یہ فارم اور اسکالرشپ کے قواعد وضوابط سکریٹری اترپردیش اردو اکاڈمی ۱۳۔آر کے، ٹنڈن روڈ، قیصر باغ لکھنؤ سے منگوا سکتے ہیں۔ (ا۔پ۔ا۔ا)

اردو کتابوں اور اخباروں کی نمائش

بیورو فار پروموشن آف اردو وزارت تعلیم حکومت ہند کی طرف سے مجوزہ نمائش کا انعقاد جنوری ۱۹۷۴ء میں ہوگا۔ اس نمائش میں ۱۹۴۷ء کے بعد کی شائع شدہ کتابیں، رسائل اور اخبارات بڑی تعداد میں رکھے جائیں گے۔ بیورو کی طرف سے ناشرین اور مدیروں کو جلد ہی خط بھیجا جارہا ہے جس میں ان سے گذارش کی گئی ہے کہ وہ اپنے رسائل/اخبار کا ایک خاص نمبر اور کم سے کم پانچ مختلف شمارے نمائش میں شمولیت کے لئے بھیجیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ دس ہزار سے زائد کتابیں نمائش میں رکھی جائیں گی اس کے لئے ملک کے مختلف ناشروں کی حمایت حاصل کی جارہی ہے۔

اس موقع پر اردو کے ناشرین، کتب فروشوں اور اخبارات ورسائل کے مدیروں کی کانفرنس بلانے کی بھی تجویز ہے۔ نمائش کے دوران مختلف قسم کے کلچرل پروگرام بھی پیش کئے جانے کا امکان ہے۔ نامہ نگار

ویریندر پرشاد سکسینہ

اردو کے ایک کرشن بھگت شاعر
منشی گور سہائے ملتجی

کاکوری بڑی مردم خیز بستی ہے۔ ملتجی، محسن کاکوروی اور نادر کاکوروی جیسے شاعروں کو جنم دیا ہے جن کے نغمات سے اردو دنیا ہمیشہ گونجتی رہے گی۔ ملتجی کا نام سورداس میرابائی اور منشی بنواری لال شعلہ کی طرح کرشن بھگتوں کی رگ رگ میں بسا ہوا ہے۔ آپ کے سداماں چرتر منظوم کا کرشن بھگت مندروں اور گھروں میں منشی بنواری لال شعلہ کی بزم بندرابن کی طرح بڑی عقیدت سے پاٹھ کرتے ہیں۔ ملتجی کا پورا نام گور سہائے تھا۔ سن ولادت معلوم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ اردو کے تذکرے ان کے ذکر سے خالی ہیں۔ وہ کاکوری کے ایک اعلیٰ شری واستو کائستھ خاندان کے فرد تھے جن کے یہاں علم و ادب کے چرچے رہتے تھے اور آپ کا سارا خاندان اقلیم سخن کے تاجدار مرلی والے کی بھکتی میں رنگا ہوا تھا۔ چار سال تک کلکٹری الٰہ آباد میں صدر ناظر کے عہدے پر مامور رہے تھے اور یہاں ہی سے پنشن پائی تھی۔ پنشن کا زمانہ ہندوستان کے اُن متبرک مقامات میں گذرا جہاں مرلی والے نے اپنی زندگی گذاری تھی۔ زندگی کے آخری ایام بندرابن میں مرلی والے کی بھکتی میں گذارے اور یہاں ہی وفات پائی جس کو ۷۰ سال کا عرصہ ہوا۔ "سداماں چرتر منظوم" کے علاوہ ملتجی کا اردو، فارسی اور ہندی کا کلام بھی شائع ہوا ہے لیکن اب کہیں دیکھنے میں نہیں آتا۔

سداماں چرتر سب سے پہلے ۱۹۰۳ء میں ہی ملتجی کی حیات میں چھپا تھا۔ اس کے بعد اس کے دو ایڈیشن مطبع نول کشور واقع لکھنؤ سے شائع ہوئے تھے لیکن کسی ایڈیشن سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ ایڈیشن کب کب شائع ہوئے تھے۔ سداماں چرتر ملتجی کا ایک ایڈیشن مطبع بہار اودھ لکھنؤ سے منشی کھنو لال تائب لکھنوی نے ۱۹۲۲ء میں شائع کرایا تھا۔ سداماں چرتر ملتجی کے دور کے کئی قابل ذکر شاعروں کے قطعات تاریخ ملتے ہیں۔ منشی شنکر دیال فرحت لکھنوی کا قطعہ تاریخ ملاحظہ فرمایئے ؎

ہے سداماں چرتر کیا عجیب — باعث فرحت قلوب نفیس
فرحت از بہر مصرع سال — واہ کیا ہے کتاب خوب نفیس

۱۲۳۹ھ

سداماں چرتر منظوم کے سلسلے میں حضرت شور لکھنوی مرحوم "دور جدید" دہلی اگست ۱۹۵۷ء کے اردو نمبر میں اپنے مقالے "اردو زبان اور کائستھ" میں رقمطراز ہیں۔

"علی گڑھ کے منشی بنواری لال شعلہ کا کلام بھکتی رس میں ڈوبا ہوا ایک خاص تاثیر رکھتا ہے ان کی نظم بندرابن کا جواب ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر میں اگر ملتا ہے تو صرف ملتجی کے سداماں چرتر میں۔ دونوں بزرگوں کے یہ کارنامے تاثیر کے لحاظ سے سحر سامری کا درجہ رکھتے ہیں۔"

ملتجی کا شمار ہمارے اساتذۂ سخن میں ہوتا ہے۔ ملتجی بھارت کے پہلے کرشن بھگت شاعر ہیں جنھوں نے مرلی والے کی بھکتی میں اردو ہندی اور فارسی تینوں زبانوں میں شاعری کی ہے۔ ورنہ عام طور سے زیادہ تر کرشن بھگتی پر کسی بھی شاعر کی شاعری تین زبانوں میں نہیں ملے گی۔ ملتجی نے میرابائی کی طرح سارے بھارت میں اپنی شاعری کے ذریعہ کرشن بھگتی کا پرچار کیا تھا اور ان کے نغمات سے سارا بھارت گونج رہا تھا۔ اردو میں [illegible] بہاری لال آسد، مکھن پرشاد بہار [illegible] اور حضرت شام موہن لال جگر بریلوی وغیرہ وغیرہ کے سداماں چرتر منظوم شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں لیکن جو شہرت ملتجی کے سداماں چرتر منظوم کو ملی ہے وہ ان میں سے کسی سداماں چرتر منظوم کو نصیب نہیں ہوئی ہے۔ ملتجی کا سداماں چرتر مسدس میں ہے اس میں ہندی کی نظمیں بھی ہیں اور اردو اور فارسی کی غزلیں [illegible] بھکتی پر ملتی ہیں۔ سداماں چرتر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بیانیہ شاعری میں استادی

کا درجہ رکھتے تھے اُن کے سداماں چرتر منظوم میں
بڑی پختگی، شگفتگی اور روانی ہے۔ حضرت گوپی ناتھ امن
لکھنوی دورِ جدید کے اردو نمبر میں "اردو اور کایستھ"
کے زیرِ عنوان مقالے میں ملتجی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اب ایک ایسے شاعر کا ذکر کر رہا
ہوں جو بندرابن میں واصل بحق ہوئے
منشی گور سہائے ملتجی کے متعلق یہ تصدیق
نہیں ہوئی کہ وہ سکندر آباد کے تھے یا لکھنؤ کے
مگر ان کی تصنیف سداماں چرتر بڑی شاندار
ہے اس میں ہندی نظمیں بھی ہیں۔ اصل
کتاب تو مسدس کی صورت میں ہے لیکن
اس میں غزلیں بھی ہیں اردو کی بھی اور
فارسی کی بھی اور لطف یہ ہے کہ غزلیں
موضوع کے مطابق ہیں"۔

گور سہائے ملتجی کو نذرِ عقیدت پیش کرتے ہوئے
امن صاحب اپنے مجموعہ کلام "چورنگ" میں
فرماتے ہیں۔

گور سہائے ملتجی

ہندی اردو فارسی تینوں زبانوں میں کہا
عمر بھر مداحِ بندرابن بہاری کا رہا
اس نے جو لکھا مسدس میں سداماں کا چرتر
بند شیریں ہیں چست اس کی اور مضموں بے بہا

سداماں جی اپنی اہلیہ سشیلا سے مانگنے کی برائی
بیان کرتے ہیں اس کو ملتجی نے یوں نظم فرمایا ہے۔

مانگنا خوب نہیں جان مرا کہنا مان
کیوں بنی جاتی ہے نادان مرا کہنا مان
اس سے گھٹ جاتی ہے سب شان مرا کہنا مان
اس سے راضی نہیں بھگوان مرا کہنا مان
مانگ ہے سر پہ ترے مانگ تو کیا دیتی ہے
مانگ چھوٹے ہوئے بالوں کو بندھا دیتی ہے
مانگنے سے کوئی بدتر نہیں دنیا میں طریق
مانگنے والے ہیں سب جوئے ملامت کے غریق
آشنا ان کا نہیں کوئی نہ مشفق نہ شفیق
دینے والے بھی جہاں میں ہیں بہت کم توفیق
کس سے کیا مانگئے محتاج ہیں سب کوڑی کے
ہم بھی ان فعلوں سے ہو جائیں گے اب کوڑی کے
جو تہی چشم ہیں نعمت سے ترازو کی طرح
چشمِ مردم سے وہ گر جاتے ہیں آنسو کی طرح
دو گی رہتی ہے دولت کو بھی آہو کی طرح
یہ تو مٹھی سے نکل جاتی ہے بالو کی طرح
باؤلی اس کی ڈبوں چاہ نہ گر جانے دے
حرص غم کھا کے جو مر جائے تو مر جانے دے
اہلِ دنیا میں بتا کون ہے خورسند یہاں
شیخ یاں عاشق و معشوق نہیں پابند یہاں
ناچتے رہتے ہیں بے عقل و خرد مند یہاں
یہ وہ ہے بزمِ تغافل کہ دم چند یہاں
مے عشرت سے کوئی جام جو بھر لیتا ہے
آسماں اس کا دہن کاسۂ سر لیتا ہے

سداماں چرتر منظوم میں ملتجی نے بہت سی اردو
فارسی اور ہندی کی غزلیں مُرلی والے کی بھگتی میں
موضوع کے مطابق لکھی ہیں جن کو پڑھ کر وجد کا عالم
طاری ہو جاتا ہے۔ بھگت سداماں جب دوارکا پوری
کے قریب پہنچتے ہیں تو غزل کا مطلع ملاحظہ فرمائیے۔

صبا پیغامِ سعادت ہے مسافر کو خبر کر دے
کہ اب شامِ غریبی پر صفا رختِ سفر کر دے

سداماں جی کو یہ اندیشہ پیدا ہو رہا ہے کہ اگر
مرلی والے نے نہیں پہچانا تو بڑی ذلت ہوگی چنانچہ
ملتجی فرماتے ہیں۔

بنا دے گوہرِ درجِ شرف اشکِ ندامت کو
جوابِ خشک سے اپنے وہ جس کی چشم تر کر دے

سداماں جی اپنے مکان پر پہنچتے ہیں اور
حیرت سے اس کے ساز و سامان کو دیکھتے ہیں اس
وقت کے سین کو ملتجی نے غزل میں یوں بیان فرمایا ہے۔

بنایا باغباں نے ہر طرف گل سے مکاں اپنا
چمن میں ڈھونڈھتا پھرتا ہے بلبل آشیاں اپنا
صبا بلبل سے کہہ دے گوشِ گل در پردہ سنتے ہیں
کرے گل غنچۂ منقار سے رازِ نہاں اپنا
نہ گذرے کامیابی سے جو پہنچے یار کے در تک
جہاں سے فیض کیا ہوتا نہیں کوئی جہاں اپنا

(باقی صفحہ ۶ کالم ۱ پر)

مراسلات

اقبال کے برہمنی خاندان کی نشاندہی درکار

اقبال کے بارے میں بار بار یہ سننے اور پڑھنے میں آتا رہا ہے کہ کسی زمانے میں وہ خاندان جس سے اقبال متعلق تھے کشمیری برہمنوں میں ایک ممتاز خاندان تھا۔ علاوہ بریں یہ بھی کہا جاتا رہا ہے کہ ابھی تک اس خاندان کا ایک حصّہ جس نے اسلام قبول نہیں کیا کشمیر میں رہائش پذیر ہے۔ کیا ایسے کسی خاندان کی قرار واقعی نشاندہی کی جا سکتی ہے اور کیا کسی ایسے کشمیری پنڈت صاحب کا اسم گرامی مع پتہ معلوم ہو سکتا ہے جو اقبال کو اس پس منظر میں قبول کرتے ہوں۔ میرے تجربہ میں یہی آیا ہے کہ کوئی برہمن اسلام یا عیسائی مذہب میں داخل ہونے کے بعد بھی بالعموم درزی کا پیشہ اختیار نہیں کرتا۔ اقبال کے والد بزرگوار ہم اور آپ سب جانتے ہیں پیشے کے اعتبار سے درزی تھے امید کرتا ہوں کہ کوئی صاحب روشنی ڈالنے کی زحمت فرمائیں گے۔

آسام۔ • ڈاکٹر تارا چرن رستوگی۔

مواد یا لوازمہ؟

"ہماری زبان" کی پچھلی کسی اشاعت میں، جو اس وقت پیش نظر نہیں ہے، لفظ "مواد" کی بحث نظر سے گذری۔ فاضل ادیب نے مواد کے بجائے لوازمہ کا لفظ بطور ادبی اصطلاح اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے کیونکہ لفظ میں اپنے دوسرے مدلول کی وجہ سے تنافر پایا جاتا ہے۔ تنافر کی بات، میرے خیال میں، صرف ایک حد تک صحیح ہو سکتی ہے۔ ادب میں جب بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو عموماً اس میں ایہام کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کے مرادی معنی ہی ذہن میں آتے ہیں اور عیب کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ ادب میں یہ اصطلاح پہلے کے مقابلہ میں اب زیادہ مانوس اور معروف ہو گئی ہے۔ اس کے بجائے "لوازمہ" استعمال کرنے میں چند خرابیاں واقع ہوں گی۔ اوّل تو یہ کہ اس لفظ کے بعض دیگر مقامی مدلولات بھی موجود ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایسے کسی لفظ کو جس کی صرفی بناوٹ درست نہ ہو بطور ادبی یا علمی اصطلاح کے اختیار نہیں کیا جانا چاہئے خصوصاً اس وقت جب کہ عام محاورہ میں وہ کوئی فصیح اور کثیر المعنی لفظ بھی نہ ہو۔ ان الفاظ کی حیثیت اس سے بالکل مختلف ہوگی جو عام روزمرہ میں مستعمل ہوتے ہوئے ایک وسیع معنوی حیثیت حاصل کر گئے ہیں، اور اب بطور اصطلاح ادب یا علوم میں مستعمل ہیں۔

جہاں تک "لوازمہ" کا تعلق ہے یہ لفظ بظاہر تو جمع کا صیغہ معلوم ہوتا ہے لیکن غور کیا جائے تو "لازمہ" یا "لازم" کی جمع نہیں ہے "غلط العام" قسم کی چیز ہے، بلکہ عامی لفظ ہے۔ اس کے بہت سے مقامی مدلولات بھی سننے میں آئے ہیں مثلاً یہاں جے پور میں تقریباً، شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر باجے تاشے اور ہاتھی گھوڑوں کے جلوس کو بھی لوازمہ بولتے ہیں۔

بخلاف اس کے لفظ مواد نہ صرف صرفی ترکیب کے اعتبار سے درست ہے بلکہ اپنے مدلول کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اسے علمی یا ادبی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا جائے۔ مادّہ مؤنث کلمہ ہے اور عربی میں اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی شے کی ترکیب عمل میں آئی ہو یا جس پر اس چیز کا مدار ہو۔ اس کی جمع "موادّ" (اردو میں بغیر تشدید) اور "مادّات" دونوں آتی ہیں۔ موادّ اللغۃ کے معنی ہیں زبان کے الفاظ اور اسی سے موادّ العلم بولا جاتا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں علم کے مباحث۔ مادّہ (صیغہ مؤنث واحد) آجکل جدید عربی ادب میں مضمون (MATERIAL) کے مرادف کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

اب اس لفظ کے (اردو میں) ایہامی تنافر کی بات رہ جاتی ہے۔ اوّل تو اس کا دوسرا مدلول غیر علمی ہے اور عام روزمرہ سے آیا ہے پھر بھی اگر اس ایہام کو دور کرنا ہی ناگزیر ہو تو اس کے بجائے واحد مؤنث کا صیغہ۔ مادّہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، جو ہر اعتبار سے صحیح ہوگا۔ میری ناچیز رائے یہی ہے۔

جے پور۔ • زبید احمد برکاتی

اردو مترجموں کی تنظیم کے قیام کی ضرورت

"ہماری زبان" کے ۲۲ ستمبر کے شمارہ میں سید محمود نقوی صاحب کی یہ تجویز نظر سے گزری کہ اردو اساتذہ اور دیگر افراد کی طرح اردو کے مترجموں کی بھی ایک تنظیم قائم کی جائے یقیناً یہ ایک اچھی تجویز ہے اور اس کی عملی صورت گری ہونی چاہئے۔ آج ترجمے کی جو اہمیت بڑھ رہی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سارے ہندوستان میں بکھرے ہوئے مختلف اردو مترجموں کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے اور ان کے مشترکہ مسائل پر غور کیا جائے اور اردو اصطلاحات کے ترجمے سے سارے ملک میں یکسانیت پیدا کی جائے امید کہ انجمن ترقی اردو بھی اس سلسلے میں دست تعاون بڑھائے گی۔

حیدرآباد۔ • رشید الدین

تاناشاہ کا املا اور وجہ تسمیہ؟

جریدہ "ہماری زبان" (مورخہ ۲۲ راگست ۱۹۷۳ء) میں جناب اختر حسین صاحب علا نے تاناشاہ کا درست املا دریافت کیا ہے۔ تو اس سلسلے میں جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کا املا "تائے منقوطہ سے "تاناشاہ" ہے۔ چنانچہ T.W. BEALE نے اپنی کتاب "ترجمہ سوانح اہل مشرق" "AN ORIENTAL BIOGRAPHICAL DICTIONARY" میں جہاں ابوالحسن والی گولکنڈہ کا حال درج کیا ہے وہاں فارسی رسم الخط میں اس نے اس کے نام کے ساتھ ہی "تاناشاہ (تای منقوط) ہی درج کیا ہے۔ اسی طرح مولوی سبحان بخش (مرحوم) نے اپنی کتاب "محاورات ہند" (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۳ء) میں "تاناشاہ "تای منقوطہ سے ہی لکھا ہے۔

ہندی زبان میں صفت سے اسم فاعل بنانے کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ صفت کے آگے الف کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ "کان" ترچھے پن کو کہتے ہیں۔ اس کے آگے الف بڑھا کر (کانا) اسم فاعل بنا لیا گیا ہے۔ اسی دستور کے مطابق لفظ "تان" (جس کے معنی اکڑ اور سختی ہیں) سے "تانا" اسم فاعل بنایا گیا ہے چنانچہ اردو زبان میں "تاناشاہ" اور "تاناشاہی" دونوں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ جس کے معنی ہٹ دھرمی ضدی پن اور سخت گیری کے لئے جاتے ہیں۔ آزادی کے جدو جہد کے دوران جہاں انگریزوں کے خلاف اور بہت سے نعرے استعمال کئے گئے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا۔

"تاناشاہی نہیں چلے گی"

اور اب بھی کسی بھی جلوس میں مظاہروں کے وقت اس کو سنا جا سکتا ہے۔

دہلی۔ • یونس جعفری

سر سید احمد خاں کے اعزاز میں ڈاک ٹکٹ

بھوپال: سر سید احمد خاں معمار ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ کا خصوصی ڈاک ٹکٹ محکمۂ پی اینڈ ٹی نے جاری کیا۔ اس سے ہمدردان اردو کو ضرور خوشی ہوگی۔ اب تک اردو کے چند مشہور و معروف معماروں۔ غالب، پریم چند، راجہ رام موہن رائے، مولانا ابوالکلام آزاد، منشی نولکشور اور سید احمد خاں کے ڈاک ٹکٹ جاری کئے جا چکے ہیں۔ امید ہے کہ پی۔ اینڈ ٹی محکمہ کی طرف سے آئندہ بھی اردو کے ممتاز اور نامور شاعروں جیسے میر، مومن، نذیر، اکبر، اقبال، جگر، مجاز وغیرہ کے ڈاک ٹکٹ جاری کرنے کے پروگرام مرتب کئے جائیں گے۔

بھوپال۔ • اسلام الدین

(صفحہ ۸ سے آگے)

وہی وجود وہی دلبر وہی دلدار دل میں ہے
کیا جس نے جہاں پر وقف گنج شائگاں اپنا
غنیمت ہے جو پابند محبت کا ہوا مطلب
کہ تھا اس سلسلہ میں پائے حضرت درمیاں اپنا
رعایت سر بلندوں کی روا ہے خاکساروں سے
برابر سایہ رکھتا ہے زمیں پر آسماں اپنا
جو ہر دم ہر جگہ پر تجھ کو ہی یاد کرتا ہے
اسی سے کام ہے ہم کو وہی ہے کامراں اپنا

انجمن کی خبریں

مراد آباد میں اردو کی تعلیم

حصول آزادی کے بعد سے اب تک اردو کے ساتھ کی جانے والی ناانصافیاں اور حق تلفیوں کی داستان بہت طویل ہے اس داستان کی عبرت خیزی کا احساس اب حکمراں جماعت کو ہو چلا ہے۔ گذشتہ ربع صدی سے لسانی تعصب اور تنگ نظری کے جو بادل چھائے ہوئے تھے وہ اب آہستہ آہستہ چھٹ رہے ہیں۔ اگر حکمراں جماعت کی نیت صاف ہے اور وہ فسطائی عناصر اور فرقہ پرست جماعتوں سے نبٹنے کا عزم کئے ہوئے ہے تو یقیناً اردو کو بہت سی سہولیات فراہم ہو جائیں گی لیکن اس مسئلہ کا ایک تاریک پہلو اور بھی ہے اور وہ ہے سرکاری عہدیداران اور ملازموں کی ذہنیت کا۔ کوئی بھی حکومت اس وقت تک کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے ملازمین احکامات کی پابندی نہ کریں اردو کی توسیع و ترقی کے لئے جاری کئے گئے احکامات پر عمل درآمد کے سلسلہ میں اگر افسران کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ اب بھی اسی ذہنیت سے کام کر رہے ہیں جو گذشتہ برسوں میں ان کا شعار بن چکی ہے اردو اساتذہ کے تقرر میں ضرورت سے زیادہ تاخیر کرنے اور منتخب اساتذہ کو دور دراز مقامات کے لئے پروانۂ تقرری دینے کی شکایت تو ہر ضلع سے مل رہی ہیں لیکن مراد آباد کے افسران تو سب پر سبقت لے گئے ہیں۔ اس ضلع میں پہلے صرف پچیس اساتذہ کی ضرورت دکھائی گئی تھی جب انجمن ترقی اردو سنبھل نے اس کے خلاف پر زور صدائے احتجاج بلند کی اور گورنر اتر پردیش کی خدمت میں شکایتی محضر نامے اور تار بھیجے تو اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور یہ تعداد ۱۵۱ تک پہنچ گئی اس کے بعد اساتذہ کی تقرری کا مرحلہ آیا تو اس میں بھی عجیب و غریب طریقے اپنائے گئے جن کی کوئی مثال نہیں ملتی لیکن اس مسئلہ کا سب سے بدترین پہلو یہ ہے کہ بعض مقامات پر محکمۂ تعلیم کے مقامی افسران وہ ہتھکنڈے اپنا رہے ہیں جو فسطائی ذہنیت کی پیداوار ہیں۔ مثال کے طور پر چندوسی کے سپرنٹنڈنٹ تعلیم کے کارنامے نمایاں پیش کئے جا سکتے ہیں یہ بات صحیح ہے کہ چندوسی میں ایسے طلبہ کی تعداد بہت کم ہے جن کی مادری زبان اردو ہے اس لئے اسکولوں میں اردو پڑھنے والے طلبہ کی تعداد کا کم ہونا فطری بات ہے کئی اسکولوں میں تو اردو طلبہ بالکل نہیں ہیں لیکن متعدد اسکول ایسے ہیں جہاں غیر مسلم طلبہ اردو پڑھنا چاہتے ہیں دو ایک اسکولوں میں تو اردو پڑھنے والے غیر مسلم طلبہ کی تعداد پچاس سے بھی تجاوز کر گئی ہے اور وہ باقاعدہ اردو پڑھنے بھی لگے مگر سپرنٹنڈنٹ تعلیم کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور انھوں نے متعلقہ اسکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کو بلا کر تنبیہ کی کہ انھوں نے اپنے اسکولوں میں ان طلبہ کو اردو پڑھنے کی اجازت کیوں دے رکھی ہے جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے انھوں نے یہ حکم بھی دیا کہ صرف انھیں بچوں کو اردو پڑھنے کی سہولت فراہم کی جائے کہ جنھوں نے اپنی مادری زبان اردو لکھوائی ہے اور جن کی مادری زبان اردو نہیں انھیں اپنی مادری زبان کو تبدیل کرانے کے لئے حلف نامہ داخل کرنا چاہئے ورنہ انھیں اردو پڑھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ اور اس طرح کے متعدد کارنامے انھوں نے انجام دے کر شہر میں فرقہ واریت کو فروغ دیا ہے حکومت کو چاہئے کہ ایسے افسران کے خلاف کارروائی کرے جو سرکاری احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور فرقہ واریت کو فروغ دیتے ہیں؟

• سعادت صدیقی

اردو طلبہ کو وظائف

سنبھل:۔ انجمن ترقی اردو سنبھل نے مجلس عاملہ کے ایک جلسہ میں یہ طے کیا ہے کہ شہر میں اردو کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی امداد کی غرض سے ہر سال تعلیمی وظائف دئے جایا کریں گے۔ اس سال ہند انٹر کالج اور حمید ڈگری کالج کے پانچ اردو طلبہ کو انجمن کی طرف سے تعلیمی وظائف دئے گئے۔

(سعادت علی صدیقی)

اخباروں سے تراشے

وزیر اعظم اردو کی حوصلہ افزائی کے حق میں

علی گڑھ:۔ وزیر اعظم ہند مسز اندرا گاندھی نے آج علی گڑھ سے ۵۰ میل دور ایک گاؤں میں تقریر کرتے ہوئے اردو زبان کا تذکرہ کیا اور کہا کہ یہ ہندوستان ہی کی زبان ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کے لئے ہر ممکن اقدامات کئے جائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ زبان کو کسی خاص فرقہ سے وابستہ کرنا درست نہیں ہے۔ • الجمعیۃ۔ دہلی

اردو تعلیم کے بارے میں سرکاری احکام

لکھنؤ:۔ اردو کے کارکنوں کی معلومات اور افادہ کے لئے اردو کی تعلیم اور چلن سے متعلق حکومت اتر پردیش اور نظامت تعلیمات یو۔پی نے ۱۹۴۸ء سے ۳۱ر جولائی ۱۹۷۳ء تک وقتاً فوقتاً جو احکام، ہدایتیں اور سرکلر ہندی اور انگریزی میں جاری کئے ہیں، اردو اکاڈمی نے ان سب کو یکجا کرکے ان کا اردو ترجمہ ۱۶۰ صفحات کے ایک کتابچہ کی صورت میں شائع کر دیا ہے، ترجمہ میں ان احکام کا نمبر اور تاریخ بھی دیدی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں سکریٹری اتر پردیش اردو اکاڈمی کا ایک پیش لفظ اور اس کے جی۔ اوز یا سرکلر (مع موضوعات) کی فہرست دے دی گئی ہے۔

اردو کے کارکن اور اردو کی انجمنیں یہ کتابچہ سکریٹری اتر پردیش اردو اکاڈمی ۷۔آر۔ ٹنڈن روڈ قیصر باغ لکھنؤ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ • الجمعیۃ۔ دہلی

اردو یونیورسٹی

حیدر آباد:۔ ڈاکٹر مسعود خاں نے جنھیں جامعہ ملیہ دہلی کا وائس چانسلر نامزد کیا گیا ہے اردو ہال میں ایک خیر مقدمی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ حیدر آباد میں ہندی اردو یونیورسٹی کے قائم کرنے کا امکان ہے۔ انھوں نے کہا کہ حیدر آباد میں اردو ذریعہ تعلیم کے کئی مدارس ہیں اردو ذریعہ تعلیم کے جونیر کالجس اور ایک ڈگری کالج بھی ہے اس اعتبار سے اردو ذریعہ تعلیم کی یونیورسٹی کے قیام کے لئے حیدر آباد کا موقف مضبوط ہے انھوں نے بتایا کہ دہلی میں اردو ذریعہ تعلیم کے پرائمری اور ثانوی مدارس ہیں ایک بھی ڈگری کالج اردو ذریعہ تعلیم کا نہیں ہے دہلی میں اردو ذریعہ تعلیم طلبا کی جامعہ کے لئے ہی فراہمی دشوار ہے۔ انھوں نے کہا کہ جامعہ ملیہ میں اردو ذریعہ تعلیم تو موجود ہے لیکن اس کا دائرہ محدود ہے دو تین ماہ قبل اس جامعہ کو وسیع وزنی دینے کا منصوبہ بنایا گیا ہے جس پر کامیاب عمل آوری کے بعد ہی اس جامعہ کے حقیقی مقصد اور منشا کی تکمیل ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ حیدر آباد میں قائم کی جانے والی مجوزہ جامعہ کے تعلق سے ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس میں اردو ذریعہ تعلیم کا بھی انتظام ہو اس سلسلہ میں حکومت سے تیقن حاصل کرنے کے لئے ہمیں موثر نمائندگی کرنی ہوگی، جامعہ عثمانیہ کی قدیم شکل کا احیاء تو ممکن نظر نہیں آتا لہٰذا متبادل انتظام کے لئے ہمیں کوشش کرنی ہوگی۔

• سیاست۔ حیدر آباد

آگرہ یونیورسٹی کے بی ایڈ میں اردو مضمون کا مطالبہ

بریلی:۔ انجمن حیات اردو کی ایک اہم میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا کہ آگرہ یونیورسٹی بی ایڈ کورس میں اردو مضمون بھی شروع کرے اور وہ طلبہ جو اردو میں دلچسپی رکھتے ہیں انھیں اس ٹریننگ میں اردو کی ٹریننگ دی جائے، تاکہ وہ آئندہ آنے والے وقت میں جب وہ استاد بن کر نکلتے ہیں اردو مضمون کو پڑھا سکیں۔

اس سلسلے میں انجمن کا ایک چھ رکنی وفد عنقریب پرنسپل کالج بریلی سے ملاقات اور جلد ہی وائس چانسلر آگرہ یونیورسٹی سے بھی مل کر اردو کا مطالبہ کرے گا۔

وفد میں جناب سید طاہر علی رامپوری، جناب اشرف علی صاحب، جناب نذیر احمد بریلوی، جناب ضمیر حسن خاں جناب حامد رضا خاں، جناب وی۔ کے شرما شامل ہوں گے۔

• الجمعیۃ۔ دہلی

دوسرے اداروں کی خبریں

اردو میں قومی زبان بننے کی صلاحیت

حیدرآباد ۔۔ پروفیسر ہیرن مکرجی رکن پارلیمان نے حیدرآباد میں اپنے ایک خصوصی انٹرویو میں فرمایا کہ "اردو ایک ایسی زبان ہے جس کے بولنے والے ہندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں لیکن آزاد ہندوستان میں جس طرح سے اردو کو نظرانداز کیا گیا ہے وہ ایک المیہ سے کم نہیں ہے۔ اردو بنیادی طور پر ایک شہری زبان ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ لوک روایات کی حامل نہیں ہے۔ لیکن ہمارے ملک کی تہذیب و ثقافت کی تشکیل و تعمیر میں اس کا بڑا حصہ رہا ہے۔

جامعہ عثمانیہ میں اردو نے تو قومی زبان بننے کی اہلیت اور صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔ اردو والوں کو میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ متعلقہ علاقائی زبانوں سے ہم آہنگی کی کوئی راہ نکالیں انھوں نے کہا کہ آندھرا پردیش میں اردو کی تحریک جس دھارے پر چلائی جا رہی ہے وہ اس زبان کے خلاف رجعت پسند عناصر کی ریشہ دوانیوں کو ناکام بنا دے گی۔

• نامہ نگار

گجرات ودیا پیٹھ میں ڈاکٹر قمر رئیس کے خطبات

یو۔جی۔سی کی توسیعی خطبات کی اسکیم کے تحت گجرات ودیا پیٹھ میں ۸ اور ۹ اکتوبر کو ڈاکٹر قمر رئیس نے دو خطبات پڑھے۔ پہلے خطبہ کا موضوع "پریم چند کے مطالعہ کی اہمیت اور اس کے مسائل" تھا اور دوسرے خطبہ کا موضوع "جدید اردو تنقید کے مسائل" تھا۔ ڈاکٹر قمر رئیس نے پہلے خطبہ میں پریم چند کی انسان دوستی حقیقت پسندی، وطن پرستی اور زبان و اسلوب کے سلسلے میں ان کی روایات پر تفصیلی اظہار خیال کیا۔ انھوں نے کہا کہ مہاتما گاندھی اور پریم چند نے اردو ہندی تنازعہ کو سلجھانے اور ہندوستانی کو قومی زبان بنانے کے لئے دونوں رسم الخط سکھانے پر جو اصرار کیا تھا اس کی اہمیت سے آج بھی انکار ممکن نہیں۔ ڈاکٹر قمر رئیس نے جدید تنقید کے مسائل کا نئے ادبی رجحانات کے پس منظر میں جائزہ لیا انھوں نے کہا کہ انفرادیت پسندی نے جبلی قدروں کو بے قدری اور مغربی فکر و نظر کی پیروی نے اردو شعر و ادب میں اب تکرار، تعطل اور اضمحلال کی ایک لہر پیدا کر دی ہے یہ کوئی صحت مند علامت نہیں۔ انھوں نے کہا کہ نیا نقاد نئے ادب کی تعبیر و تشریح اور نئے ادب اور قاری کے درمیان رابطہ کو مضبوط کرنے کا فریضہ انجام دینے میں ناکام رہا ہے وہ نئے ادب کی رفتار سے مقابلے میں پچھڑ گیا ہے۔ اس کے بعد نامور ادیبوں نے خطبہ پر اظہار خیال کیا۔ پھر ان کی صدارت میں رات کو ایک مشاعرہ ہوا جس میں اردو، ہندی اور گجراتی کے نوجوان شعراء نے حصہ لیا۔

• نامہ نگار

ڈاکٹر مسیح الزماں کے اعزاز میں ادبی نشست

بھوپال ۔۔ ریجنل کالج آف ایجوکیشن بھوپال میں اردو کے نامور محقق اور ناقد ڈاکٹر مسیح الزماں، ریڈر شعبۂ اردو، الہ آباد یونیورسٹی (الہ آباد) کے اعزاز میں ایک خصوصی ادبی نشست ہوئی۔ اس موقع پر ڈاکٹر اخلاق اثر

نے جہانِ خصوصی کی ایک درجن سے زیادہ تصانیف، تالیفات اور تراجم کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر مسیح الزماں نے فن ڈرامہ نگاری پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

ڈاکٹر مسیح الزماں نے اپنی تقریر میں ڈرامہ کے آغاز اور ارتقاء پر محققانہ روشنی ڈالی۔ انھوں نے فرمایا کہ ڈرامہ کا مسودہ اصل ڈرامہ نہیں۔ ڈرامہ کا مسودہ ڈرامہ نگار کے انداز نظر کو پیش کرتا ہے۔ اداکار اور ہدایت کار اسی مسودہ کی اپنے طور پر تشریح کرتے ہیں اور جب ڈرامہ نگار، اداکار اور ہدایت کار کی تشریح اور تعبیر کا مثلث پورا ہوتا ہے تو اصل ڈرامہ وجود میں آتا ہے۔

انگریزی، ہندی، اردو، مراٹھی اور گجراتی طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا ڈرامہ کے عملی مطالعہ سے ہی ڈرامہ کی نزاکتوں، خوبیوں اور خصوصیتوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔ •بھوپال ڈاکٹر اخلاق اثر

ریجنل کالجوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام

مرکزی وزیر تعلیم کے تحت تشکیل شدہ "قومی کونسل برائے تعلیمی تحقیق اور تربیت (NATIONAL COUNCIL OF EDUCATIONAL RESEARCH AND TRAINING) نے بھوپال اجمیر بھونیشور اور میسور میں علاقائی کالج برائے تعلیم (REGIONAL COLLEGE OF EDUCATION) قائم کئے ہیں۔

پچھلے سال تک کالج میں صرف انگریزی، ہندی، گجراتی اور مراٹھی زبانوں کی تعلیم کا انتظام تھا۔ مگر اب پروفیسر عبدالقوی دسنوی، صدر شعبۂ اردو، سیفیہ کالج اور جناب فخرالدین سکریٹری سیفیہ کالج بھوپال، مولانا طرزی مشرقی، ایم۔ ایل۔ اے (کانگریس) اور جناب ممنون حسن خاں صاحب صدر قومی ایکتا کمیٹی کی کوششوں سے کالج کے مختلف کورسوں میں اردو کی شمولیت سے اردو کی تعلیم و تربیت میں بھی قابل قدر اضافہ ہوگا اور جدید تعلیم سے آراستہ استاد اردو کی تعلیم میں نمایاں خدمات انجام دیں گے۔ •بھوپال ڈاکٹر اخلاق اثر

پروفیسر افتخار احمد فخر کو پونہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کا اعزاز

پونہ یونیورسٹی نے پروفیسر افتخار احمد فخر کا تحقیقی مقالہ بعنوان "سیماب اور دبستان سیماب" پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے منظور کر لیا ہے۔ اور ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری عطا کی ہے۔ متذکرہ بالا مقالے میں سیماب اکبرآبادی کی شخصیت، فن اور شاعری کے علاوہ ان کی اصلاحی کاوشوں اور نثری کارناموں مثلاً صحافت، ترجمہ نگاری وغیرہ پر بھی سیر حاصل بحث کر کے بحیثیت شاعر و ادیب ان کا درجہ متعین کیا ہے۔

وہ پونہ یونیورسٹی کے پہلے مسلم پروفیسر ہیں جنھوں نے اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

•پروفیسر ابراہیم خلیل

چنڈی گڑھ میں ادبی نشست

اردو کے ممتاز شاعر جناب اعجاز صدیقی کے اعزاز میں محفل طنز و مزاح چنڈی گڑھ کی خصوصی نشست زیر صدارت پرنسپل بی۔ ایل۔ آنند منعقد ہوئی۔ اس میں اردو، فارسی، ہندی، پنجابی، ہریانوی زبانوں کے ادیبوں اور شاعروں نے حصہ لیا۔

•رام لعل نابھوی

مرکز ادب آسنسول کی خصوصی حیثیت

آسنسول:۔ یہاں مرکز ادب کے زیر اہتمام ایک خصوصی جلسہ زیر صدارت نعیم حیدر صاحب منعقد ہوا طویل غور و خوض کے بعد یہ بات طے پائی کہ مرکز ادب کو ایک عمومی حیثیت کے بجائے خصوصی حیثیت دی جائے اور اب یہ صرف مصنفین کی انجمن ہو۔

اسی سلسلے میں جناب محبوب الرحمٰن کوثر کو کنوینر مقرر کیا گیا ہے۔ •نامہ نگار

کی مختصر آواز اور औ کی مختصر آواز کی نشان دہی کی گئی ہے کہ یہ اردو میں مستعمل ہیں اور ہندی کو ان کے لئے نئی علامات اختیار کر لینی چاہئیں۔ ان کے لئے جو مثالیں دی گئی ہیں وہ بالترتیب (۱) محنت، دماغ، کتاب، علاج اور چراغ (۲) محفل، کہنا (۳) دہر، خدا، مسافر، مبارک اور ملاقات۔

ان مثالوں پر غور کیا جائے تو نمبر (۱) میں (محنت کو چھوڑ کر) باقی الفاظ کی ابتدائی آوازیں زیر معروف (इ) کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں نمبر (۳) میں (دہر کو چھوڑ کر) تمام الفاظ کی ابتدائی آوازیں پیش معروف (उ) کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں۔ محنت اور دہر اور (۲) کی مثالوں کا معاملہ ذرا مختلف ہے اور اس کا ایک متعین قاعدہ ہے یعنی اردو میں ساکن ہ/ح سے پہلے مصوتے کی آواز معروف سے مجہول میں بدل جاتی ہے یا امالہ ہو جاتا ہے۔ محنت اور دہر میں معروف صوت مجہول میں (یعنی इ سے ए اور उ سے ओ) بدل گئی ہے۔ (یہ عمل ہ/ح کی قربت کے علاوہ کسی دوسرے موقعہ پر نہیں ہوتا) اسی طور پر نمبر (۲) کی مثالوں میں امالہ ہو گیا۔ محفل اور کہنا کے ساتھ مجلس اور کرنا یا اسی طرح کے اور بہت سے الفاظ رکھیے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ محفل اور کہنا میں زبر (अ) کی آواز بھی جو سے (ऐ) میں بدل گئی یہ بھی صرف ہ/ح کی وجہ سے ہوا یہ مشروط صوتی تبدیلی ہے اور اس سے کوئی نیا خصوصیہ (فونیم) وجود میں نہیں آتا۔ اسی لئے کسی زبان میں ایسے وقوعات کے لئے نئی علامتیں بھی وضع نہیں کی جاتیں۔ مدعا یہ ہے کہ اردو میں اور ہندی میں ی کی مختصر آواز، ے کی مختصر آواز اور औ کی مختصر آواز خصوصی (فونیمی) نہیں ہے۔ اس لئے ان کے لئے کسی نئی علامت وضع کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جو الفاظ اوپر کی مثالوں میں گزرے، ہو سکتا ہے وہ کسی علاقہ میں ان مختصر آوازوں کے ساتھ استعمال ہوتے ہوں، یہ بھی علاقائی تلفظ ہوگا اور زبان کا مجموعی معیار اس سے متاثر نہیں ہوگا۔

ہندی اور اردو قواعد کے بارے میں جنس کی بحث کو اٹھایا گیا ہے کہ یہ مسئلہ ان دونوں زبانوں میں سخت مشکل پیدا کرتا ہے۔ زبانوں کی کیفیت کی بحث میں یہ موضوع بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے۔ پھر جس طرح اس بحث کو اٹھایا گیا ہے اس سے کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ خود اہل زبان بھی اس میں ہمیشہ غلطی کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس میں پڑھے لکھوں کا تو کیا ذکر چھوٹے بچے بھی جو بولنے پر قادر ہو جاتے ہیں جنس کے استعمال میں غلطی نہیں کرتے۔ کہیں کہیں علاقائی اختلافات ضرور ہیں۔ لیکن انھیں غلطی قرار نہیں دیا جا سکتا کہ ایسے اختلافات ہر زبان میں رہتے ہیں۔ البتہ اس میں غیر زبان والوں کو ضرور دشواری ہوتی ہے۔ زبان میں اس طرح کی کچھ نہ کچھ دقتیں ضرور ہوتی ہیں جو اہل زبان کے لئے تو اہم نہیں ہوتیں، مگر دوسرے لوگوں کے لئے دردِ سر بن جاتی ہیں۔ اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ زبان کا بنیادی ڈھانچہ ہی بدل دیا جائے۔ پروفیسر سنیتی کمار چیٹرجی نے بھی عرصہ ہوا تسہیل شدہ بنیادی ہندی کی تجویز پیش کرتے ہوئے غیر جانب اردو کی قواعدی جنس کو ترک کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ غیر اردو ہندی علاقوں میں اس طرح کی زبان بول چال میں استعمال ہوتی ہے، اس تجویز کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ شاید یہ تجویز اسی کی مستحق تھی۔

تبصرہ

عتیق احمد صدیقی

نام کتاب: ہندی اردو ہمنوییہ (ہندی)

مصنف: ایم عزیز الحسن

قیمت: درج نہیں۔

پتہ: ایم عزیز الحسن۔ ڈاک خانہ وموضع چھین پار ار

ضلع چمپارن۔

اس رسالہ کے ۳۰ صفحات پر پھیلے ہوئے مباحث کا مقصد یہ ہے کہ ہندی اور اردو کے درمیان آوازوں، حرفوں اور قواعد کا جو اختلاف ہے وہ اگر آپس کے لین دین سے دور ہو سکے۔ ہندی رسم خط میں جو کمیاں ہیں وہ اردو سے اکتساب کر کے پوری کرے اور اردو اپنے رسم خط کے نقائص کو ہندی کی خوبیوں سے فائدہ اٹھا کر دور کرے۔ تو دونوں زبانوں میں یکسانیت پیدا ہو جائے اور دونوں کا مشترک ارتقا ہو۔ اس خواہش کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ اگر اردو ہندی کی خصوصیات کو اپنا لے تو "یہ ممکن ہو جائے گا کہ ہندی اور دوسری علاقائی زبانوں کی اچھی کتابوں، لوک گیتوں اور کہانیوں کو اردو رسم خط میں جوں کا توں پیش کر سکے۔" نفس مضمون پر بحث کے لیے مندرجہ ذیل عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔

اردو زبان کا مختصر تعارف۔ اردو رسم خط— اردو رسم خط کی خصوصیات — اردو کے مصوتے— مصمتوں کا تلفظ — ردی رسم خط کی خصوصیات — جڑواں حروف (مصمتی خوشے) جڑواں مصوتے (مصوتی خوشے — دہرے مصوتے) اردو اور ہندی قواعد۔

زبان کے تعارف میں بتایا گیا ہے کہ "مغل شہنشاہ کے زمانہ میں بھی فوج کے زیادہ تر سپاہی ہندوستانی تھے۔ وہ دیسی زبان بولتے تھے جو ملک کے مختلف حصوں میں بولی جاتی تھی ...... مختلف زبانوں کے میل جول سے فوج کی ایک نئی زبان بن رہی تھی۔ فوج کی عام بول چال کی یہی زبان جب فارسی رسم خط میں لکھی جانے لگی تو اس کا نام اردو رکھ دیا گیا۔" اس امر سے قطع نظر کہ آیا اس طرح کوئی زبان وجود میں آسکتی ہے، اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ شمالی ہند میں مغل شہنشاہیت کو استحکام حاصل ہونے سے پہلے ہی جنوب میں اس زبان میں تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو چکا تھا، خواہ اس وقت تک اس کا نام اردو نہ رہا ہو۔ اردو کی جڑیں سرزمین ہند میں اس سے کہیں زیادہ گہری ہیں۔

ہر زبان اپنا ذخیرہ الفاظ رکھتی ہے اور اپنی مخصوص آوازیں استعمال کرتی ہے۔ ان آوازوں اور الفاظ کے استعمال سے ہی ہر زبان کا اپنا تلفظ اور لب ولہجہ متعین ہوتا ہے اور پھر اسی سے زبان کا مخصوص مزاج بنتا ہے۔ دوسری زبانوں سے جو عناصر در آتے یا مستعار لے جاتے ہیں وہ اسی مخصوص رنگ میں رنگے جاتے ہیں اور کچھ عرصے زبان میں استعمال ہو کر اتنے گھل مل جاتے اور کبھی شکل کے اعتبار سے اتنے بدل جاتے ہیں کہ نہ ان کی اجنبیت محسوس ہوتی ہے اور نہ انفرادیت باقی رہتی ہے۔ کسی زبان سے یہ مطالبہ کرنا درست نہیں کہ اگر اس نے کسی دوسری زبان سے الفاظ مستعار لیے ہیں (اور مستعاریت کا یہ عمل سب ہی زبانوں میں ہوتا رہتا ہے) تو ان کا اصل تلفظ بھی برقرار رکھے۔ فطری طور پر یہ ممکن بھی نہیں ہے۔ آج اردو، ہندی، انگریزی، فارسی، عربی وغیرہ سب مستقل اور آزاد زبانیں ہیں، ان میں کوئی بھی کسی کا ضمیمہ نہیں ہے۔ ان کے اپنے مخصوص مزاج ہیں۔ اگر ہندی یا اردو، انگریزی سے یا اردو، ہندی سے الفاظ مستعار لیتی ہے تو ضروری نہیں ہے کہ ان کے اصل ہو بہو تلفظ پر بھی اصرار کیا جائے۔ خواہ چند کثیر اللسان لوگ اصل تلفظ پر قادر ہوں اور اس پر اصرار بھی کریں، لیکن مستعار الفاظ کا تلفظ ہر زبان اپنی صوتی عادتوں کے مطابق ہی کرے گی۔

تین نئی آوازوں یعنی [illegible] کی مختصر آواز [illegible]

باقی صفحہ ۱۱ پر

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ سے شائع کیا